بلوچستان کے قبائلی علاقوں میں رائج الوقت مہر کی شرعی حیثیت

Shariah status of current time dowry in tribal areas of Baluchistan

Amir Zaman Kakar
Ph.D Dep Islamic Studies Scholar BZU Multan
Email: amirzamana575@gmail.com
Ali Hassan
Ph.D Scholar BZU Multan
Email: alihassanf@yahoo.com
Dr.Hafiz Muhammad Khalid Shafi
Assistant Professor IBA University Sukkar
Email: Khalidshafi@Iba.edu.pk

Abstract

Ignorant customs are the root of corruption and social evils, even in the modern age. There are many customs prevalent in our society due to which the life of common people is facing difficulties.

One of these rituals is the determination of dowry on the occasion of marriage, dowry is aright of a girl which is obligatory to be given to the girl in any situation but its amount will be determined by the will of both. but people are prone to extremes in determination of dowry, in a normal marriage the dowry is fixed so much that it is not enough for an average person to pay it. And one of the occasions of Vita Sata, there is no mention of dowry from the beginning. The tragedy is that instead of the girl, the dowry goes into the pocket of the parents. In the religion of Islam, dowry is a shariah right of a girl which she should get in any situation.

There is a fixed minimum dowry should be such that it can be paid easily. Determining a high dowry is not a matter of pride or reward nor can it be because of improvement in married life.

Rather, there are numerous social and economic disadvantages of to determine a high dowry in Modern times, which is an undesirable deed from the Islamic point of view.

Keyword: Dowry, Islam, Tribals

اللہ تعالی احسن الخالقین اور انسان اشرف المخلوقات ہے اللہ رب العزت خالق اور انسان بہترین مخلوق ہے انسان کی تخلیق خالق کائنات کی تخلیقات میں سے لانظیر تخلیق ہے اللہ جل شانہ نے سب سے اول حضرت آدم اور حوا علیہا السلام کو تخلیق فرمایا پھر انسانی نسل کی بقا اور کثرت کے لیے اس جوڑے کے کے درمیان نکاح ہوا جیسے رب العزت نے خود کلام کلام الہی میں اس کی وضاحت فرمائی۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا وَنِسَاءً كَثِيرًا(۱) «لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔

حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کے درمیان نکاح ہوا جس سے ان کی نسل بڑھی اور نکاح کا طریقہ آج تک انسانوں میں رائج ہے جس سے انسانوں کی تعداد اس وقت آٹھ ارب سے تجاوز کر چکی ہے۔ ازدواجی تعلقات قائم کرنا ایک فطری ضرورت ہے اس عمل کو پورا کرنے کے لیے دین اسلام نے ایک مخصوص شکل اور طریقہ کار مختص کیا ہے جس کو نکاح کا نام دیا گیا ہے نکاح ایک شرعی اور فطری عمل ہے جس کا پہلا مقصد انسانی شکل کی بقا ہے جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نکاح کرو نسل بڑھاؤ، امت میں اضافہ کرو، بے شک میں تمہاری کثرت کو دیکھ کر دوسری امتوں پر فخر کرنے والا ہوں(۲)۔ نکاح کا دوسرا مقصد تسکین نفس اور باہمی محبت اور الفت ہے۔ جیسے اللہ تعالی فرماتے ہیں

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ﴾(۳)

«وہ خدا ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے۔»

دوسری آیت مبارکہ میں فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ(۴)

«اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں»

یقینا نکاح ایک پاکیزہ اور فطری عمل ہے جس کا شریعت مطہرہ میں مکمل طریقہ کار صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لوازمات نکاح میں سے ایجاب و قبول، گواہ، مہر وغیرہ۔ حق مہر نکاح میں واجب ہے اس کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ جیسے اللہ تعالی فرماتے ہیں: واحل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم۔(۵)

اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے تلاش کرو (نکاح کرو)

زمین کے پہلے نکاح میں بھی مہر کا ذکر موجود ہے۔ روایات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہما السلام کے نکاح میں حق مہر یہ مقرر ہوا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر تین مرتبہ درود شریف بھیجیں(۶) تو معلوم ہوا کہ نکاح کی مشروعیت کے ساتھ ہی مہر بھی اسی وقت سے رائج ہو چکا ہے۔ علامہ بیضاویؒ کے مطابق موسی علیہ السلام نے حق مہر کی ادائیگی کے لیے دس سال تک شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں (۷) حتی کہ خاتم النبیین حضرت محمد

صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تمام نکاحوں میں صراحتاً حق مہر کا ذکر موجود ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حق مہر کا یہ سلسلہ اب تک چلتا آ رہا ہے۔

اب حق مہر کا شرعی حیثیت کیا ہے؟ مہر کی مقدار کیا ہے؟ کیا بلوچستان کے قبائلی علاقوں میں موجودہ مہر شرعی اصولوں کے مطابق ہے؟ ان تمام امور پر انشاء اللہ تعالی ذیل میں مفصل اور مدلل بحث کی جائے گی۔

مہر کی تعریف:۔ علامہ شامی لکھتے ہیں "والمحر ھو المال یجب فی عقد النکاح علی الزوج فی مقابلۃ منافع البضع "(۸) حق مہر اس مال کو کہتے ہیں جو شوہر پر بوقت نکاح اپنی بیوی سے شرعی منفعت حاصل کرنے کے عوض واجب ہوتا ہے۔ اصطلاحاً اور شرعاً مہر کی مختلف اعتبار سے مختلف اقسام ہیں۔

مہر شرعی اور اس کی مقدار:

اگرچہ مہر کا واجب ہونا نصوص صحیحہ سے ثابت ہے لیکن اس کی کوئی خاص متعین مقدار نہیں ہے۔ مہر کی کم از کم مقدار میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک دس درہم ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے منقول ہے: لا مہر اقل من عشر دراھم (۹) دس سے کم مہر نہیں ہے۔ اس کا واضح مطلب کہ از روئے شریعت کم از کم مہر دس درہم ہونا چاہیے جو چاندی کے حساب سے دو تولے ساڑھے ماشہ ہے اور موجودہ دور کے حساب سے 30 گرام 618 ملی گرام ہوتی ہے جبکہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ہر وہ چیز مہر بن سکتی ہے جو مال ہو اور مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار طرفین کی باہمی رضامندی پر منحصر ہے۔(۱۰)

اس کی باقاعدہ کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے البتہ یہ بات ضرور ہے کہ مہر ایسے رکھے کہ اس کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو۔ لیکن دور جدید میں مہر میں جو بے تحاشہ اضافہ دن بدن ہو رہا ہے جس کے بے شمار نقصانات اور منفی اثرات معاشرے پر پڑ رہے ہیں اس کی شریعت میں کوئی اجازت نہیں۔ جس پر تفصیلی بحث ذیل میں کی جائے گی۔ حاصل بحث یہ ہوا کہ مہر کی شرعی کوئی خاص مقدار متعین نہیں بلکہ ہر وہ مہر جو دس درہم یا اس سے زیادہ ہو جو زوجین باہمی رضامندی سے طے کریں وہ مہر شرعی کہلاتا ہے۔

مہر فاطمی:

شرعاً یہ کوئی متعین مقدار نہیں بلکہ عرف عام میں اس سے مراد وہ مہر ہے جو اکثر ازواجات مطہرات اور بنات صالحات کے لئے مقرر کیا گیا تھا، جو کہ ۵۰۰ درھم ہے لیکن یہ بات یاد رکھے کہ سب کا مہر ایک جیسا نہیں تھا روایت میں آتا ہے ابو سلمہ سے روایت ہے کہ سالت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کم کان صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت: کان صداق لازواجہ ثنتی عشر اوقیہ ونشا: قالت اتدری ما النش قات لا قالت نصف اوقیہ فتلک خمسائمہ

دراھم۔(۱۱)میں نے عائشہ سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا مہر کتنا تھا تو جواب دیا بارہ اقیہ اور ایک نش پھر پوچھا نش کیا ہے میں نے کیا نہیں فرمانے لگی نصف اوقیہ ایک نش ہے تو کل مہر پانچ سو درھم مقرر کیا گیا تو مہر فاطمی بارہ اوقیہ ہے ایک اوقیہ چالیس درھم ہے تو کل پانچ سو درھم بنتے ہیں موجودہ حساب سے مہر فاطمی ایک سو اکتیس تولہ چاندی یا موجودہ وزن میں ایک کلو پانچ سو تیس گرام بنتے ہیں یاد رکھے تمام ازواج مطہرات کا اتنا مہر نہیں تھا البتہ بعض کا ضرور تھا اور یہ کوئی شرعی مقدار نہیں البتہ عرف اس کو مہر فاطمی کہا جاتا ہے لیکن یہ مقدار لازم نہیں ہے۔

مہر مسمی:

وہ مہر جس کی مقدار طرفین بوقت نکاح متعین کریں باہمی رضامندی سے جو بھی طے ہو جائے وہ مہر مسمی کہلاتا ہے۔

مہر مثل:

اگر بوقت نکاح مہر کا تعین نہ ہو تو ہر زوجہ کو اس کے والد کے خاندان کی عورتوں کی یعنی بہن، پھپی اور دیگر رشتہ دار عورتوں کے مہر کے مطابق مہر دیا جائے یعنی خاندان کی دیگر عورتوں کے مہر کے برابر مہر دیا جائے۔ البتہ اس میں زمانے، علاقے، صورت وسیرت، عمر، دین اور مال وغیرہ جیسی صفات کا بھی ضرور خیال رکھا جائے گا۔(۱۲)

مہر معجل:

معجل اجلت سے ہے یعنی جلدی۔ ہر وہ مہر جو فوراواجب الاداہو یعنی نکاح یا خلوت صیحہ سے پہلے ادا کرنا ہو تو وہ مہر معجل کہلاتا ہے۔

مہر مئوجل:

اجل سے مراد وقت مقررہ ہے یعنی وہ مہر جو بعد میں ادا کیا جائے خواہ وقت معلوم ہو یا نہ ہو۔

حق مہر اور کلام الہی:

قرآن مجید کی متعدد آیات سے صراحتا اور ضمنا مہر مثل کا ذکر ملتا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۴ میں وضاحت کے ساتھ مہر کا ذکر کیا گیا ہے

واحل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم (۱۳)

اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے تلاش کرو، یعنی نکاح کرو۔

محرمات کے علاوہ تمام عورتیں حلال ہیں۔ دوسری بات یہ کہ نکاح میں مہر کا ہونا لازمی ہے۔ تیسری بات یہ بیان کی گئی کہ مہر کا بھی مال ہونا ضروری ہے اسی آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فمستطعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ(۱۴)

تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو یعنی کے ساتھ تم نے نکاح کیا ہے تو ان کو ان کا مہر ادا کرو جو مقرر کیا گیا ہے اسی آیت کے تیسرے حصے میں فرماتے ہیں:ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضة(۱۵)

البتہ مہر مقرر کرنے کے بعد بھی جس میں کمی بیشی پر تم آپس میں راضی ہو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس آیت میں واضح طور پر بتایا کہ عورتوں کو مہر کے ذریعے تلاش کرو اور جو مہر مقرر کیا گیا تو اس کو ادا کرو البتہ بعد میں باہمی رضامندی سے اس میں کمی بیشی کرسکتے ہو۔ سی مضمون کے ایک اور آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:واٰتوا النساٗ صدقاتھن نحلۃ(۱۶) عورتوں کو مہر خوشی سے دے دو مہر کو بوجھ نہ سمجھو اور نہ بوجھ بناؤ۔ آیات قرانیہ میں مہر کے لیے امر کے صیغے استعمال ہوئے ہیں جن کا واضح مطلب یہ ہے کہ مہر ادا کرنا شوہر پر واجب اور نکاح میں ہر ایک امر لازم ہے اور امام رازیؒ نے مرد کی عورت پر فضیلت کی وجہ بھی یہ بیان فرمائی کہ مرد کے ذمہ مہر اور نفقہ ہے (۱۷)۔ مہر کا وجود احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب حضرت علی اور فاطمہ کا اپس میں نکاح کرایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اسے کچھ دو تو انہوں نے فرمایا میرے پاس کچھ نہیں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تمہاری زرہ کہاں ہے؟ پھر زرہ مہر مقرر ہوا(۱۸) صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص کے پاس مال نہ ہونے کی وجہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ قرآن مجید کی چند سورتوں کے عوض میں نے تیرا نکاح اس عورت سے کیا(۱۹)۔ یاد رکھیں یہ صرف اسی صحابی کی خصوصیت ہے جس کا مہر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قران مجید کی چند سورتیں مقرر کردیں۔

اس کے علاوہ شرعاً ہر نکاح میں مہر کا مال ہونا ضروری ہے۔ مصنف ابی شیبہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:"من نکح امراۃ وھو یرید ان یذھب بمھرھافھو عندا للہ زان"(۲۰)

جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور مہر ادا کرنے کی ہمت نہ رکھتا ہو تو وہ عند اللہ زانی ہے۔ مہر کی ادائیگی سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے قولاً فعلاً اور تقریراً ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے مہر ادا کردیے ہیں اور اپنی بنات صالحات کے لیے بھی ان کے شوہروں کو مہر کی ادائیگی کا حکم دیا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا اعطھا شیئاً۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا"کم کان صداق

رسول اللهﷺ؟ قالت كان صداقه لازواجه ثنتى عشر اوقية ونشا، قالت: اتدرى ماالنش؟ قال: قلت:لا۔ قالت! نصف اوقية، فتلك خمس مئة دراهم فهذا صداق رسول الله ﷺ لازواجه۔"(۲۱)

ابو سلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواج مطہرات کا مہر کتنا تھاتو فرمایا اپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ۱۲ اوقیہ اور نش مہر مقرر کیا تھا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا تم کو معلوم ہے نش کیا ہوتا ہے میں نے کہا نہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا آدھا اوقیہ اسی طرح کل مہر ۵۰۰ درہم ہوا یہی ازواج مطہرات کا مہر تھا۔ اسی طرح فقہاء کے نزدیک بھی مہر شرعا واجب ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں!"المهر واجب شرعاً لانه لشرف المحل"(۲۲)

مہر شرعاًواجب ہے اس لیے کہ محل نکاح کے شرف کا اظہار ہو۔

لہٰذا دین اسلام میں نکاح کے لوازمات میں سے ایک مہر بھی ہے جو نصوص صحیحہ سے ثابت ہے اور اسی پر امت کا اجماع بھی ہے۔

بلوچستان کے قبائلی علاقوں میں مہر کی نوعیت اور مقدار:

اب اصل موضوع پر بات کرتے ہیں کہ بلوچستان کے مختلف علاقے جس میں پشتون اور بلوچ بیلٹ کے اکثر علاقے شامل ہیں کہ ان علاقوں میں مہر کی مقدار اور نوعیت کیا ہے بلوچستان کے اکثر علاقوں میں عام طور پر مہر نقد رقم کی شکل میں ہوتا ہے اور ادائیگی قسط وار منگنی کے بعد اور نکاح سے پہلے کی جاتی ہے البتہ مخصوص علاقوں (سنجاوی ضلع زیارت) میں مہر کی نکاح کے بعد تک قسط ادا کی جاتی ہے جس کو شرعی مہر مؤجل کہتے ہیں۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بلوچستان کے قبائلی علاقوں میں مہر ادا کیا جاتا ہے مگر مہر کی ادائیگی کی نوعیت اور مقدار قدرے مختلف ہے۔ چونکہ مہر شرعا منکوحہ کا حق ہے اس کو دینا چاہیے۔ جیسا اللہ تعالی نے بھی قران مجید میں فرمایا! "وآتو النساء صدقاتھن نحلۃ "(۲۳) عورتوں کو ان کا مہر خوشی سے دو۔ اس میں صاف بتایا گیا کہ عورتوں کو ہی ان کا حق دیا جائے والدین سمیت کسی ولی کو مہر میں تصرف کرنے کی اجازت نہیں ہے بلوچستان میں جہاں عورت دیگر معاشرتی جاہلانہ رسوم کی وجہ سے بنیادی حقوق سے محروم ہے وہی پر ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تحفہ (مہر) سے بھی محروم رکھا جاتا ہے ان قبائلی علاقوں مہر کا اصلی مالک ولی کو تصور کیا جاتا ہے ولی مہر میں ہر قسم کا تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے یہاں تک کہ والدین مہر کے پیسوں سے گھر کا خرچہ چلاتے ہیں بعض ایسے سرپرست بھی دیکھنے کو ملتے ہیں جو انہی پیسوں سے کاروبار شروع کرتے ہیں۔ مقروض ہونے کی صورت میں اسی سے قرض اتارتے ہیں اور مہر کے کچھ حصے سے لڑکی کو جہیز خرید کر دیتے ہیں۔ جیسے صاحب زادہ حمید اللہ لکھتے ہیں:

مہر شرعا منکوحہ یعنی لڑکی کا ہے اور بہت سے لوگ مہر لڑکی کو دینے کی بجائے اس رقم کو اپنے تصرف میں لاتے ہیں ویسے مہر کا ایک چھوٹا سا حصہ لڑکی کے لیے خرچ کیا جاتا ہے(۲۴)

شرعا مہر منکوحہ کا حق ہے۔ قرآن مجید نے واضح طور پر بتلایا ہے کہ عورتوں کو ان کا حق خوشی سے دو۔ اب اس میں ہیر پھیر کرنا ہڑپ کر لینا حرام ہے۔ البتہ اگر لڑکی کی رضا شامل ہو بغیر کسی معاشرتی رسم اور پریشر اور دباؤ کے تب والدین یا کوئی بھی سرپرست لڑکی کی چاہت کے مطابق مہر کی رقم خرچ کر سکتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں واضح طور پر بتلایا گیا "لایحل مال امرءاالابطیب النفس منہ "(۲۵) کسی شخص کا مال دوسرے شخص کے لیے حلال نہیں ہے جب تک کہ اس کی رضامندی شامل نہ ہو۔ شرعی طور پر مہر عورت کا مال ہے اور اللہ تعالی نے اس کو عورتوں کے لیے تحفہ قرار دیا ہے۔ اولیاء کو اس طرح تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ تعالی اس جاہلانہ طرز عمل کی مکمل نفی کر کے مہر کا اصل مالک منکوحہ کو قرار دیتے ہیں۔

معاشرے میں بڑھتی ہوئی برائیوں میں سے ایک انتہائی خطرناک برائی یہ ہے کہ نکاح کو دن بدن مشکل بنائی جاری ہے دونوں اطراف سے شرائط کی برمار ہوتی ہے جس کا پورا کرنا کسی متوسط آدمی کی بس سے باہر ہوتی ہے یہ شرائط اور رسوم قوم علاقے اور زمانے کی اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں بلوچستان کے قبائل میں اس سلسلے میں سب سے خطرناک رسم اس بڑھتی ہوئی معاشی بحران میں آئے روز حق مہر میں بے تحاشا اضافہ ہے نکاح کی جاہلانہ رسوم میں سب سے مضر رسم کہ محض نمود و نمائش کے لیے ایک آسان تر چیز کو مشکل تر بنا کر لاکھوں روپے کو حق مہر مقرر کر دینا ہے۔ صدیوں سے چلنے والی رسم مختلف قبائلی علاقوں میں ابھی بھی اپنی اصلی شکل وصورت میں موجود ہے۔ محض فخر اور تفاخر کے لیے بھاری رقم متعین کرتے ہیں جس کی ادائیگی ایک متوسط طبقے کے لیے درد سر بن چکی ہے۔ اس وقت مہر پندرہ سے بیس لاکھ سے تجاوز کر چکا ہے اور دوسری شادی کے لیے تو چالیس لاکھ ہے بعض مخصوص طبقوں (خلجی قبیلے)اور علاقوں میں اس سے بھی زیادہ رکھا جاتا ہے۔ ایک بیٹی کی حیثیت بطور مال، ایک کمرشل پلاٹ کے مطابق ہے۔ لوگ اپنے لخت جگروں کو لونڈوں کی طرح بھاری رقم کے عوض فروخت کرتے ہیں۔

عبد القدوس درانی لکھتے ہیں: ولور کی صورت میں بھاری بھاری رقم وصول کی جاتی ہے اور اس طرح جس لڑکی کا ولور جتنا زیادہ ہوتا ہے اس کے والدین اتنا ہی فخر کرتے ہیں، ولور کی رقم زیادہ رکھنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ لڑکے والوں کو اکثر قرض لے کر اس رقم کی ادائیگی کرنا پڑتی ہے۔(۲۶)

مہر کے تعین میں بلوچستان کے قبائلی لوگ انتہائی غلو کرتے ہیں۔ زندگی میں مشکل کام ایک کنوارے کے لیے مہر کی ادائیگی ہے۔ نوجوان دن رات ایک کر کے اپنی مدد آپ کے تحت کئی سالوں تک مہر کی بھاری رقم کی ادائیگی کی اذیت میں مبتلا رہتے ہیں کیونکہ ایک عام آدمی کے لیے اتنی بھاری رقم اس معاشی بحران میں ادا کرنا انتہائی مشکل ہے۔

مہر کی شرعی مقدار بیان کر چکے ہیں کم از کم احناف کے نزدیک دس درہم اور زیادہ سے زیادہ مہر طرفین کی باہمی رضا پر منحصر ہے اپنی مالی استطاعت سے زیادہ مہر مقرر کرنا شرعا ممنوع ہے اور اس کے بے شمار معاشی و معاشرتی نقصانات ہیں۔ لہذا بلوچستان کے قبائلی علاقوں رائج الوقت مہر شرعی اصولوں کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے بے شمار مندرجہ ذیل معاشی و معاشرتی نقصانات بھی ہیں۔

(۱)

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "خیر النکاح ایسرۃ"(۲۷) بہترین نکاح وہ ہے جو سب سے آسان ہو، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نکاح سادگی سے ہو، فضولیات سے بچیں۔ شریعت نے جو طریقہ بتلایا اس کو اپنائے تو اس حدیث مبارکہ کا واضح مطلب یہ ہوا کہ مہر بھی ایسے رکھے جس کی ادائیگی شوہر کے لیے آسان ہو لیکن بلوچستان کے قبائل میں تو مہر کی ادائیگی کو اتنا مشکل بنایا گیا کہ منگی کے چھ سات سال بعد بھی رخصتی نہیں ہو سکتی مہر کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے۔ حدیث میں بے جا تکلفات کی ممانعت ہے لیکن بلوچستان کے قبائل میں تو سب سے تکلیف دہ چیز مہر کی ادائیگی ہے۔

(۲)

معاشی حالت کمزور ہونے کی وجہ سے اور مہر کی بھاری رقم کی ادائیگی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے اکثر نوجوانوں کی شادیاں دیر سے ہو جاتی ہیں جس کی پورے معاشرے پر بہت منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(۳)

اکثر لوگ قرض لے کر یا سود پر قرض لے کر مہر ادا کرتے ہیں جو کہ بہت ہی مضمون عمل ہے ایک غیر ضروری عمل کے لیے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا قطعا درست نہیں اور مزید یہ کہ سود پر قرض لینا تو ویسے بھی حرام ہے اور ایسے فضول کام کے لیے تو صرف قرض لینا بھی فضول عمل ہے۔

(۴)

بلوچستان کے قبائل جوائنٹ فیملی میں رہتے ہیں تو بالفرض اگر ایک گھر کے افراد مل کر کسی فرد کے مہر کی ادائیگی کریں جس میں کئی سال لگ سکتے ہیں تو اس دوران گھر کے تمام افراد زندگی کی تمام سہولیات اچھی خوراک لباس علاج

معالجہ سے استطاعت رکھنے کے باوجود محروم رہتے ہیں اور زیر تعلیم بچے اچھی تعلیم سے رہ جاتے ہیں کیونکہ گھر کی ساری آمدنی مہر کی ادائیگی پر خرچ ہو جاتی ہے۔

(۵)

تمام امہات المومنین کا حق مہر ۴۰۰ یا ۵۰۰ دراہم تھا اس سے کسی کا بھی زیادہ نہیں تھا تو اس میں ایک غور طلب درس پوشیدہ ہے کہ مہر عموما اتنا ہی ہونا چاہیے اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے اگرچہ نصوص میں زیادہ مہر رکھنے پر پابندی نہیں ہے۔

(۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مومن کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ عرض کیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو کس طرح ذلیل کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جوابا ارشاد فرمایا! ایسی مصیبت اٹھالیں جس کے اٹھانے کی طاقت نہ ہو۔(۲۸)

ظاہر سی بات ہے کہ زیادہ مہر رکھنا بھی ایک ایسا بوجھ جو کوئی متوسط بندہ آسانی سے نہیں اٹھا سکتا لہذا مہر کے لیے ایسا کرنا لازم نہیں۔

(۷)

زیادہ مہر رکھنے کی ممانعت کے بارے میں حضرت عمر فاروق کا واضح اثر موجود ہیں ابو العجفاء السلمی فرماتے ہیں خطبنا عمرؓ فقال الا لا تغلو بصدق النساء فانہا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا او تقویٰ عند اللہ لکان اولاکم بھا النبی ﷺ ما اصدق رسول اللہ ﷺ امرئۃ من نساء ولا اصدقت امر من بنانہ اکثر من ثنتی عشر اوقیہ (۲۹ حضرت العجفآء اسلمی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا خبردار عورتوں کے مہر میں بڑھاوچڑھاونہ کرنا کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت افزائی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو آپ ﷺ اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ یا اپنی کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں باندھا تھا۔

خلاصہ کلام:

اسلام میں آسانیاں پیدا کرنے اور مشکلات ختم کرنے کا درس ہے۔ اسلام اپنے بندوں پر ایسا کوئی بوجھ نہیں ڈالتا جو اس کو اٹھانہ سکے۔ دین اسلام میں آسانیاں پیدا کرو اور مشکلات ختم کرنے والا فارمولا رائج ہے۔ اسلام کا مزاج یہی ہے کہ فضولیات سے بچا جائے، جاہلانہ رسوم سے دور رہا جائے جن کی وجہ سے ایک آسان چیز مشکل ہو جاتی ہے۔ شریعت مطہرہ میں نکاح ایک سنت عمل ہے لیکن جتنا ہو سکے اس سنت کو سادگی اور آسانی کے ساتھ سر انجام دیں لیکن مہر کی

وجہ سے اس کو اتنا مشکل بنایا گیا کہ نوجوانوں کے سروں میں چاندی اترنے لگی۔ بلوچستان کے قبائل میں عصر حاضر میں مہر کی رائج یہ نوعیت اور مقدار اسلامی تعلیمات کے برعکس ہیں۔ اولاً مہر صرف اور صرف منکوحہ کا حق ہے اولیاء کو اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کی اجازت نہیں۔ ثانیا مہر اتنا ہونا چاہیے کہ شوہر آسانی سے ادا کرنے پر قادر ہو ،زیادہ مہر نہ عزت اور تکریم کا باعث ہے اور نہ زیادہ مہر رکھنے سے ازدواجی زندگی بہتر بنتی ہے بلکہ یہ صرف اور صرف ایک جاہلانہ رسم ہے جو اسلامی مزاج کے منافی ہے معاشرتی برائیوں اور نقصانات سے بچنے کے لیے لازم ہے کہ مہر میں افراط و تفریط سے بچیں اور مہر کو ایسے رکھیں جو آسانی سے ادا ہو جائے۔

سفارشات:

1۔ عوام الناس کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں۔

2۔ علمأکرام اور اہل علم لوگوں کو جاہلانہ رسوم سے بچنے کی تلقین فرمایئں۔

3۔ لوگوں کو سنت نبوی کے مطابق نکاح کرنے کی تعلیم دیں۔

4۔ عوام الناس کو زیادہ مہر رکھنے کے نقصانات سے آگاہ کریں۔

5۔ لوگوں کو سنت نبوی کے مطابق نکاح کرنے کی تعلیم دیں۔

6۔ مہر کی مقدار کی تعین کے لئے علاقائی\ملکی سطح پر ایک قانون بنایا جائے۔

7۔ زیادہ مہر رکھنے کے خلاف ہر پلیٹ فارم مثلاً مساجد اجتماعات، سمیناروں اور سوشل میڈیا پر مثبت آواز اٹھایا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن۔ سورۃ النساء۔ ۴۔ ۲

2۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید ن عبد اللہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب تزویج الحرائر والودود۔ دار السلام للنشر والتوزیع، ص ۸۶۳

3۔ القرآن سورۃ الاعراف ۷۔ ۱۸۹

4۔ القرآن، سورۃ الروم۔ ۳۰۔ ۲۱

5۔ القرآن، سورۃ النساء ۴۔ ۲۴

6۔ زرقانی، محمد بن عبد الباقی، شرح للزرقانی علی المواھب الدینیۃ، دار المعرفۃ، بیروت لبنان، ج،۱۔ ص، ۲۵

7۔ ناصر الدین۔ عبد اللہ بن عمر بن محمد بیضاوی۔ تفسیر بیضاوی۔ ج، ۳۔ ص، ۳۹

8۔ علامہ شامی، ابن عابدین، ردالمحتیار، کتاب النکاح، باب المہر، ایچ ایم سعید، کراچی، ج: ۳، ص: ۱۰۰

9برہان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر، ھدایہ، قصہ خوانی پشاور، مکتبہ، حقانیہ، کتاب النکاح، ج:۲، ص:۳۴۵

10۔ ایضا، ص:۳۴٦

11۔ مسلم بن حجاج، صحیح المسلم، کتاب النکاح، باب الصداق النبی صلی اللہ علیہ وسلم لازواجہ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج:۱، ص:۴۵۸

12۔ وہبہ الزحیلی۔ الفقہ السلامیہ وادلۃ، دارالفکر دمشق، ج۷۔ ص٦۷۷۵

13۔ القرآن، سورۃ النساء۴۔۲۴

14۔ القرآن، سورۃ النساء۴۔۲۴

15۔ القرآن، سورۃ النساء۴۔۲۴

16۔ القرآن، سورۃ النساء۴۔۴

17۔ الرازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر، دارالکتب العلمیہ بیروت، ج:۵، ص:۱۰۲

18۔ ابی داوٗد،، سلیمان بن اشعث،، سنن ابی داود، کتاب النکاح۔ باب فی الرجل یدخل بامراتہ قبل ان ینقدھا شیئا۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور، رقم الحدیث، ۲۰۵

19۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب النکاح، باب تزویج المعسر، دارالسلام للنشر والتوزیع۔ رقم الحدیث ۵۰۸۷

20۔ ابی شیبہ۔ ابو بکر عبداللہ بن محمد۔ المصنف فی الاحادیث والآثار۔ دار المعرفۃ۔ جلد ۴۔ ص ۳۳٦

21۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب النکاح باب الصداق النبی لازواجہ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج:۱، ص:۴۵۸

22۔ برھان الدین، ھدایہ۔ کتاب النکاح، باب المہر، مکتبہ نعمانیہ، ملتان، ج، ۲۔ ص، ۳۴۵

23۔ سورۃ النساء۔ ۴۔ ۴

24۔ صاحب زادہ حمید اللہ۔ پشتونیات اسلامیہ پریس، کوئٹہ ص۹۷

25۔ البہقی، ابی بکر احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الغضب، ج:۵، ص:۱۰۰

26۔ عبدالقدوس درانی۔ پشتون کلچر، پشتو اکیڈمی، کوئٹہ، ص39

27۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داوٗد، کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم صدا قا حتی مات، رقم الحدیث:۲۱۱۹

28۔ ترمذی، محمد بن عیسی، جامع الترمذی، کتاب الفتن، باب آمی کو خود مصیبت میں نہیں پڑنا، رقم الحدیث:۲۲۵۴

29۔ محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، کتاب النکاح، ج:۲، ص:۲۸۵